ڈاکٹر سید عبد اللہ

شاہ جی اور فتنۂ راجپال

جماعت احرار اور اس کی مشکلات

آریہ سماجیوں کی طرف سے توہین رسول کی تحریک اپنے شباب پر تھی اور مجلس احرار بھی ناموس رسول ﷺ کی حفاظت کے لئے ہر قربانی دینے کا فیصلہ کر چکی تھی لاہور میں "رنگیلا رسول" ناپاک کتاب کے خلاف غم و غصہ کے طوفان ابھر رہے تھے اور ساری قوم مسلم لیگ کی بے عملی سے اکتا کر مجلس احرار کے دامن سے عمل کی توقع وابستہ کر چکی تھی اور خواص سے بیزار عوام میں سے ہر ایک کی زبان سے "احرار کہاں ہیں" "احرار کہاں ہیں"؟ کی بے تاب آوازیں نکل رہی تھیں۔ اب وہ دن آ گیا جب لوگ جوق در جوق دہلی دروازہ کے باہر مجلس احرار کے دفتر کی طرف ہجوم کرتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ بارہ بجے تک شاہ محمد غوث رحمہ اللہ تعالی کے مزار کے ارد گرد سارے باغات انسانی کھوپڑیوں کے گھنے جنگل بن گئے تھے۔

مجلس احرار بھی عجیب قسم کی جماعت تھی بڑی خوش قسمت مگر بڑی بد قسمت اس نے قبول عام کی ایسی بہاریں دیکھیں کہ کسی دوسری جماعت نے کم دیکھی ہوں گی۔ مگر اسے پسپائی اور زوال کی خزاں کے منظر بھی ایسے خوفناک دیکھنے پڑے کہ کیا کہوں

بات کیا تھی؟

بات یہ تھی کہ اس جماعت کا فکری رہنما اس جماعت کو ایسے انداز سے چلانا چاہتا تھا جس سے احساس مقامی کی بھی تسکین ہو جائے اور آزادیٔ وطن کے اہم تقاضے بھی پورے ہو جائیں بس اس دو عملی امتزاج میں مجلس احرار میں کبھی تو بہار آ جاتی رہی اور کبھی اسے بھیانک خزاں کا سامنا کرنا پڑتا۔ مسلمان عوام بڑے سادے اور مخلص لوگ ہیں۔ پیچا پیچی ان کی سمجھ سے باہر ہے وہ تو سیدھی سپاٹ بات کو سمجھتے ہیں۔ احرار کی یہ مشکل رہی ہے کہ انگریزوں کی مخالفت کے ساتھ ساتھ انہیں ان فتنوں کو بھی سنبھالنا پڑتا تھا جو پوری تحقیق کی جائے تو معلوم ہو گا کہ فرقوں کے حقوق کے پردے میں انگریزوں کے ہی ابھارے ہوئے ہوتے تھے اور ان فرقوں کے حقوق سے زیادہ افتراق انگیزی معلوم ہوتی تھی اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں شاطر اپنے مہروں کو آگے بڑھانے میں بڑی چابک دستی سے کام لیتا تھا۔ اس کے یہ مہرے مسلمانوں میں بھی تھے اور ہندوؤں میں بھی اور سب سے اچھے مہرے وہ ہوتے تھے جن کی چال کا دھوکہ ہی نہ ہو سکے ایسے موقعوں پر شاطر مخلص لوگوں سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے اور ایسی باتیں اٹھاتے تھے جن سے الگ ہونا ناممکن ہوتا تھا ہندوؤں کی بڑی کمزوری رہی ہے کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کے نام سے بدکتے تھے اور یہ منصوبہ بھی ایک سو سال سے ان کے پیش نظر تھا کہ مسلمانوں کے مذہبی احساس کو بار بار کے تصادم سے کمزور کیا جائے اس میں انگریز اندر سے اس کا ہمنوا تھا گو ظاہر میں ثالث بن جاتا تھا اور لطف یہ کہ مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق سے محروم بھی رکھتا تھا۔

احرار کی یہ حکمت عملی تھی کہ ہندو اور انگریز دونوں سے لڑائی لڑی جائے مگر شاطر کچھ اس طرح سے چال چلتا تھا کہ ہندو سے ان کی لڑائی اچھی طرح سے گتھ جاتی تھی مگر انگریز سے لڑائی کے وقت سارا ہجوم ان سے اس طرح ہٹ جاتا تھا گویا کبھی تھا ہی نہیں تاہم یہ واقعہ ہے کہ احرار دونوں محاذوں پر لڑتے رہے۔

دفتر احرار میں احرار رہنماؤں کا اجتماع

بات کہیں سے کہیں نکل گئی میں یہ کہہ رہا تھا کہ توہین رسالت ﷺ کے خلاف احتجاج سے بھرا ہوا ایک ہجوم بے پناہ شاہ محمد غوث والی سڑک اور باغات میں جمع ہو گیا گویا ایک تقاضاً عام تھا کہ احرار اس احتجاج کو عملی شکل دینے میں قوم کی رہنمائی کریں اس صورت حال میں مجلس احرار کے دفتر کی بالائی منزل پر احرار کے بڑے بڑے رہنما سراسیمگی اور پریشانی کے عالم میں جمع ہوئے اور مسلمانوں کے جذبات کو کم کرنے اور منظم کرنے کے وسائل پر غور کرنے لگے۔ اس موقعہ پر میری یاد کے مطابق منجملہ دیگر اصحاب کے چودھری افضل حق، مولانا حبیب الرحمن، مولانا مظہر علی، مولانا داؤد غزنوی، شیخ حسام الدین، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور مولانا غلام غوث ہزاروی اور سب سے اہم اور ممتاز سید عطاء اللہ شاہ بخاری موجود تھے۔ بحث کے دو نقاط تھے۔

اول: کہ توہین رسول ﷺ کے مسئلہ کو عدالت میں لایا جائے۔

دوم: آریہ سماجیوں کی سرکوبی کے لئے حکومت کے خلاف سول نافرمانی کی جائے۔

یہ بحث بڑے معرکے کی بحث تھی ایک طرف وضع احتیاط کا انداز تھا اور دوسری طرف جرأت غازیانہ کا مظاہرہ تھا اندرون خانہ کی اس بحث میں ہر قسم کی باتیں ہوئیں اور یہ خصوصیت احرار میں ہی دیکھی گئی تھی کہ سخت سے سخت بحث کے باوجود احرار برادری کا احساس کبھی کمزور نہیں ہوتا تھا۔

امیر شریعت کی اہل لاہور کو یقین دہانی

شاہ محمد غوث والی سڑک پر ہجوم اور زیادہ ہوتا گیا اور اب شاید مخالف جماعتوں کے لوگ بھی ہجوم میں شامل ہو گئے تھے اور نعروں کا انداز کچھ ایسا ہو گیا تھا کہ گویا اگر کوئی جلد فیصلہ نہ ہوا تو دفتر احرار اور رہنمایان احرار کی بھی خیر نہیں۔

اس شور و شغب کے عالم میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے بالکونی سے اپنا چہرہ دکھایا اور کہا

"اے باشندگان لاہور! معاملہ عزت رسول ﷺ کا ہے اور اس کے لئے ہماری جماعت ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس مقدس جہاد میں وہ لوگ شریک نہیں جن کو اپنے دعوے کے مطابق اب تک میدان میں آچکنا چاہیئے تھا۔ ہم عزت رسول ﷺ کے لئے سردھڑ کی بازی لگانے کا فیصلہ کر چکے ہیں مگر جاؤ ان رہنماؤں کو بھی لے آؤ جو ہم سے الگ مسلک رکھتے ہیں تاکہ یہ جہاد آخری جہاد ہو اور اس میں پوری قوم شریک ہو۔

سول نافرمانی کی تحریک

سید عالی مقام کی اس تجویز سے دو اثر مرتب ہوئے بعضوں نے کہا کہ جھوٹ کہہ رہے ہیں بعضوں نے کہا آخر کار احرار ہی قوم کے کام آئی، یہ خان بہادر، سر اور نواب اب کہیں نظر نہیں آتے۔

احرار کی میٹنگ پھر شروع ہوئی، شاطروں کی پہلی چال ذرا سی ناکام رہی، مگر شاطروں کی قوم حوصلے والی قوم ہوتی ہے ہجوم پھر مشتعل کردیا گیا میٹنگ کے اندر اب بحث اس نکتے پر آ کر رک گئی کہ عدالت میں چارہ جوئی اب بہانہ جوئی کے مترادف سمجھی جائیگی۔ اس لئے سول نافرمانی کے بغیر کوئی چارہ نہیں مگر سوال یہ پیدا ہوا کہ ایسی سول نافرمانی میں پوری قوم کو شریک کیوں نہ کیا جائے مگر اس کے لئے پھر التوا ضروری تھا اس لئے یہاں بحث بند ہوجاتی تھی۔

چودھری افضل حق کی رائے

چودھری افضل حق کا خیال تھا کہ سول نافرمانی کا مسئلہ طے شدہ ہے مگر شہر کے دوسرے رہنماؤں سے بھی اشتراک کی درخواست ضروری ہے تاکہ نقصان کی صورت میں یہی دوسرے رہنما قوم کو یہ کہہ کر نہ بھڑکائیں کہ دیکھا ہم عدالت کے ذریعے سارے مسائل حل کرالیتے۔ یونہی مسلمانوں کا خون کرادیا اور بات بھی ٹھیک تھی مگر بڑا مسئلہ یہ تھا کہ باہر کے ہجوم کو کس طرح مطمئن کیا جائے عالی مقام سید عطاء اللہ شاہ بخاری بڑے راست پسند آدمی تھے۔ مگر سیاست میں باہر کے شاطروں کی ماریں کھاکھا کر یہ ضرور ماننے لگے تھے کہ شاطروں کے بچھائے ہوئے جال میں پھنسنا نہیں چاہئیے۔ تاہم مسئلہ کے حل کی جو صورت بھی سامنے آتی وہ خطرناک اور نازک ہی معلوم ہوتی تھی۔

امیر شریعت کا فیصلہ اور بحث کا خاتمہ

اب سہ پہر ہوچکی ہے اور چار بجا چاہتے ہیں۔ اور ہجوم اور بھی بڑھتا جارہا ہے، نعروں کی آوازیں اتنی بلند اور گونج دار ہوتی جارہی ہیں کہ مجلس بحث میں لوگ ایک دوسرے کی بحث کو سن بھی نہیں سکتے۔ دفعتاً سید صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور دوسرے کمرے میں چلے گئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور دیر تک سجدے میں رہے۔ اور جب سجدے سے اٹھے تو ان کی آنکھیں اشکبار تھیں اور زبان پر یہ الفاظ

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید

کہتے ہوئے پھر مجلس میں داخل ہوئے اور فرمایا "آج ہمارا طریق کار صرف ایک ہی ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ شہر کے سرکاری رہنماؤں کو ان کے حال پر چھوڑ کر اور ہر مصلحت سے آنکھ بند کرکے ناموس رسول ﷺ کے لئے ہر وہ اقدام کیا جائے جس کی ضرورت ہو یہ فرمانے کے بعد فرمایا۔ بس میری یہی رائے ہے فقط"۔

جلسۂ عام کا اعلان اور دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ

حضرت سید صاحب کے اس نعرۂ حق کے بعد بحث و استدلال کا چراغ گل ہوگیا اور ساری جماعت نے سید عالی مقام کی پیروی کرنے کا اعلان کیا اور فیصلہ ہوا کہ دہلی دروازے کے باہر جلسہ عام کی فوری منادی کرادی جائے مہر علم دین (جن کی اسیری کی مدت میری دانست میں بالاقساط پندرہ برس سے کم نہ ہوگی) کی آنکھیں چمک اٹھیں اور چہرہ غیرت دینی سے تمتما اٹھا ڈھنڈورا پیٹنے والے اطراف شہر میں پھیل گئے۔

اب ہجوم شہر کی کوتوالی سے لے کر اکبری دروازے تک پھیل گیا اور احرار کے رضاکار باغ میں پلیٹ فارم جمانے میں مصروف ہوگئے اب لوگ کوتوالی سے سرک سرک کر باغ میں پلیٹ فارم کے ارد گرد جمع ہونے لگے۔ اس اثناء میں شاطران شہر نے حکام سے مل کر ان پر اثر ڈالا کہ فرقہ وارانہ فساد کا سخت خطرہ ہے جلسہ روکا جائے ورنہ بڑا خون خرابہ ہوگا احرار بھی اپنے انتظامات درست کر ہی رہی تھی کہ پولیس کی ایک مسلح گارد (انگریز) کے ہمیت اور شاید مسٹر فیلبوس سٹی مجسٹریٹ کی معیت میں دفتر احرار کے سامنے پہنچی اور اپنے خاص ایلچی کے ذریعے احرار رہنماؤں کو مطلع کیا کہ حکومت کے نزدیک مجوزہ جلسہ عام نقص امن کا باعث ہوگا۔ اس لئے جلسہ ممنوعہ قرار دیا جاتا ہے اور اس تاریخ سے ایک ماہ تک کے لئے دفعہ ۱۴۴ نافذ کی جاتی ہے۔

عزم امیر شریعت

اب احرار رہنماؤں کو ایک نئی مشکل پیش آئی موضوع بحث یہ تھا کہ اگر اس حکم کے باوجود جلسہ کیا جائے تو فائرنگ کا ہونا یقینی ہے اور اس صورت میں نقصان جان کی ذمہ داری کا سوال ہے ایک تجویز یہ ہوئی کہ سارے احرار لیڈر اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کردیں۔ مگر سوال پیدا ہوکہ ہجوم کی تسکین کے علاوہ اس سے اصل مسئلہ کا حق کس طرح نکلے گا۔

بڑا پیچیدہ مسئلہ یہ تھا مگر اب سید عالی مقام فیصلہ کر چکے تھے انہوں نے فرمایا آج جلسہ ہوگا اور ضرور ہوگا البتہ چودھری افضل حق کی تجویز پر یہ فیصلہ ہوا کہ کھلی جگہ جلسہ کرنے کی بجائے وطن بلڈنگ کے احاطے میں جلسہ کیا جائے اور حکومت کے رویہ کے خلاف احتجاج کے علاوہ توہین رسول ﷺ کے مسئلہ پر مسلمان قوم کی کسی متحدہ روش کی تجویز پر غور کیا جائے۔

چودھری افضل حق اور مجسٹریٹ کے درمیان گفتگو

احرار رضاکار اس فیصلہ کو لے کر ہجوم میں پھیل گئے اور اب لوگوں کا اجتماع وطن بلڈنگ میں ہوتا گیا شام ہو چکی تھی۔ احرار رہنماؤں نے مسجد شاہ محمد غوث میں نماز ادا کی اور بعد از نماز معمولی سی کھلی مشاورت کے بعد جلسہ گاہ کا رخ کیا۔ یہ رہنما احاطہ کے دروازے پر پہنچے ہی تھے کہ سٹی مجسٹریٹ نے احاطے کے اندر کے جلسہ کو بھی ممنوع قرار دے دیا۔ اس پر ان کے اور چودھری افضل حق کے درمیان دیر تک بحث مباحثہ ہوتا رہا ان کا کہنا یہ تھا کہ ہجوم سے بات کرنے کا موقع ضرور دیا جائے تاکہ لوگ پرامن طریق سے گھروں کو واپس چلے جائیں مگر مجسٹریٹ نے ضد کی۔

سول نافرمانی کا فیصلہ اور شاہ جی کی تقریر

اس صورت حال کو دیکھ کر سید عالی مقام نے احرار رہنماؤں کو مشورہ دیا کہ اب حکومت سے ٹکراؤ ناگزیر ہوگیا ہے۔ چنانچہ سول نافرمانی کا فیصلہ کرلیا گیا اور بشرط ضرورت جلسہ شروع ہوگیا جس کی صدارت چودھری افضل حق ایم۔ ایل۔ اے نے کی۔

میں نے مرحوم سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی بیسیوں تقریریں سنی ہیں مگر اس رات کی تقریر کچھ ایسی تھی جس کا

نقش کبھی مٹ نہ سکے گا۔ مگر تقریر سے زیادہ سید صاحب کی تدبیر کا بھی اسی روز قائل ہوا، احاطہ مختصر تھا اور ہجوم زیادہ اور خطرہ یہ تھا کہ باہر کا ہجوم کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جس سے پولیس کو فائرنگ کا بہانہ مل جائے۔ میں نے دیکھا کہ اکثر احرار رہنما (ہرچند کہ وہ بھی شعلہ بیان تھے) بے بسی کے عالم میں تھے اس لئے صدر جلسہ نے اغراض اور صورت حال پر معمولی سی روشنی ڈالنے کے بعد فرمایا کہ آج ہماری باگ ڈور سید عالی مقام کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے آپ انہی کے احکام سماعت کیجئے سید صاحب نے سب سے پہلے باہر کے ہجوم سے خطاب کیا "اے شمع رسالت کے پروانو! میں جانتا ہوں کہ آج تم شوق شہادت میں یہاں بےتابانہ آئے ہو مگر حفاظت رسول ﷺ کی لڑائی تم سے نظم و ضبط کا تقاضا کرتی ہے میں چاہتا ہوں کہ شہر لاہور بلکہ مسلمانان ہندوستان کا بچہ بچہ اپنی اپنی باری سے قربانی پیش کرے لہذا جو لوگ دروازے سے باہر کھڑے ہیں۔ دو دو چار چار کی ٹولیاں بن کر اور بکھر کر اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوجائیں۔ ان کی باری کل آئے گی اور جو لوگ احاطے کے اندر ہیں وہ پولیس یا فائرنگ کے خوف سے اپنی جگہ سے سرک نہ جائیں اور ایک نظم اور قاعدہ کے تحت اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دیں"۔

شاہ جی کی تقریر

دروازے پر غل ہوا معلوم ہوا کہ شاطران شہر کے کچھ کارندے لوگوں کو سید صاحب کی تقریر کے خلاف مشتعل کر رہے تھے اور اس پر ملک لال دین قیصر اٹھے اور دروازے پر کھڑے ہوگئے اور باہر کے ہجوم کو سید صاحب کے اعلان سے باخبر کیا۔ ملک لال دین قیصر موقعہ پر گرفتار ہوگئے مگر باہر کا ہجوم منتشر ہوگیا اب سید صاحب کی تقریر شروع ہوئی تقریر کیا تھی آنسوؤں اور شعلوں کا اجتماع تھا جوش کی انتہا تھی اور آہ و کراہ کی آوازیں ہر طرف سے سنائی دے رہی تھیں مجھے سید صاحب کی تقریر کے الفاظ یاد نہیں رہے مگر ایک دو فقرے ابھی تک دماغ میں کھبے ہوئے ہیں۔

"اے مسلمانان لاہور آج جناب رسول ﷺ کی آبرو تمہارے شہر کے ہر ہر دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ اے امت رسول ﷺ آج ناموس محمدی کی حفاظت کا سوال درپیش ہے اور یہ سانحہ سقوط بغداد سے بھی زیادہ غمناک ہے زوال بغداد سے ایک سلطنت پارہ پارہ ہو گئی تھی مگر توہین رسول ﷺ کے سانحہ سے آسمانوں کی بادشاہت متزلزل ہو رہی ہے"

تقریر سید صاحب کی تھی مگر اس روز سید صاحب اپنی معمول کی تقریر کے موڈ میں نہ تھے اور یہ معلوم ہے کہ سید صاحب کی عام تقریروں میں ظرافت اور بذلہ سنجی کا عنصر اصل موضوع کے برابر ہوا کرتا تھا مگر اس روز پانی اور آگ کی ترکیب سے یعنی سرد آہوں اور گرم آنسوؤں کے ملاپ سے ان کی تقریر ڈھل رہی تھی یہ اور ہی طرح کی تقریر تھی

شاہ جی کا پولیس سے خطاب

احاطے کے اندر تقریر ہو رہی تھی اور باہر پولیس کی جمعیت زیادہ سے زیادہ صف آرا ہوتی جاتی تھی رات

گزری جارہی تھی اور پولیس والوں کا دل قابو سے باہر ہوا جارہا تھا آخر سید صاحب نے پولیس والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "اے پولیس والو ہم یہاں صرف اظہار غم کے لئے جمع ہوئے ہیں تم کیا چاہتے ہو اگر تم ہمیں گرفتار کرنا چاہتے ہو تو ہم حاضر ہیں اور اگر ہمارے ساتھ وہ سلوک مطلوب ہے جو ایک سیّد زادے کو وراثت میں ملا ہے تو ہمارے سینے اس کے لئے بھی حاضر ہیں"۔ اس پر جلسہ میں شدید زور کی لہر اٹھی اور لوگوں نے کہا کہ ہماری جانیں بھی حاضر ہیں شہر کا کوتوال زیرک آدمی تھا اس نے جلسہ گاہ کے قریب آکر سید صاحب سے کہا کہ آپ جلسہ جاری رکھیئے دفعہ ۱۴۴ صرف باغ کی حدود تک ہے۔ مگر اب پبلک کا جوش بہت بڑھ چکا تھا سینکڑوں آدمی شہادت کے شوق میں بے تابانہ اٹھ کھڑے ہوئے اس پر چودھری افضل حق نے کہا (جو آئینی حدود کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے) صاحبو! وہ وقت بھی آنے والا ہے جب ہمیں تمہاری جانوں کی ضرورت ہوگی مگر ابھی وہ وقت آیا نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ سب سے پہلے ہم اس قانون کے پرخچے اڑادیں جو ہمیں توہین رسول ﷺ پر اظہار غم سے روکتا ہے۔ چنانچہ عام سول نافرمانی کا اعلان ہوگیا۔

شاہ جی کی گرفتاری

دس دس اور پھر پانچ پانچ آدمیوں کے دستے پلیٹ فارم کے پاس جاتے تھے اور سید صاحب کی قدم بوسی کرکے باغ کی طرف جاکر گرفتار ہوجاتے تھے ہزاروں آدمی اس شب گرفتار ہوئے میرے پاس میرا دوست مولوی خدابخش کھڑا تھا۔ اس کا بھائی اور اس کے بھانجے سب گرفتار ہوچکے تھے۔ میں نے اس کو روک رکھا تھا کہ تمہارے لوگ جاچکے ہیں۔ تم سب لوگوں کے گھروں میں ایک مرد بھی اب باقی نہیں جو خبر گیری کرے تمہارا جانا مناسب نہیں۔ مگر وہ دیوانہ وار اٹھا اور سید محترم کے قدموں میں جاگرا اور پھر پانچ آدمیوں کے ہمراہ باہر چلا گیا اور گورے کا ڈنڈا کھانے کے بعد گرفتار ہوگیا اور میں (اس وقت بھی صید لاغر کی طرح بے مصرف ہی رہا) ۔

نے خون ہو آنکھوں سے بہا ٹک نہ ہوا داغ
اے خون شدہ دل تو کسی کام نہ آیا!

جب سول نافرمانی کرنے والوں کی آخری ٹولی بھی چلی گئی تو احرار لیڈروں کی جماعت سید صاحب مرحوم کی سرکردگی میں باہر نکلی اور سید صاحب کے پُردرد طریق سلام و صلوۃ کی گونج میں باغ کے قریب جا پہنچی اور وہیں گرفتار ہوگئی۔ اور اس طرح یہ شب ختم ہوگئی اور میرے ذہن پر سید عالی مقام کا انمٹ نقش چھوڑ گئی۔

احرار کے بڑے بڑے لیڈر تو گرفتار ہوگئے مگر سول نافرمانی اضلاع میں پھیل گئی اور آخر میں یہ اثر ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے خلاف زبان کشائی کرنے والوں کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔